ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر طاہر عباس طیب

استاد، شعبہ اردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

ڈاکٹر روح الامین

لیکچرار، شعبہ اردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

ڈاکٹر تقویم الحق

لیکچرار، شعبہ اردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

شمس الرحمن فاروقی کا ناول "قبضِ زماں" کا تجزیاتی مطالعہ

Dr. Tahir Abbas Tayib
Assistant Professor GC Women University Sialkot
Dr. Rooh ul Amin
Lecturer, Department of Urdu, Islamia College University Peshawar
Dr. Taqwim ul Haq
Lecturer, Department of Urdu, Islamia College University Peshawar

An analytical study of Shamsur Rahman Faruqi's Novel "Qabza-e-Zaman"

Shamsur Rahman Faruqi was an Indian Urdu language poet, author, critic and theorist. He is known for ushering modernism to Urdu literature. "Qabza-e-Zaman" can be regarded as a brilliant amalgamation of Shamsur-Rahman Faruqi various geniuses. In the novel Shamsur Rahman Faruqi discovers a character from the past through Indo-Islamic history, who is a common man but in time travel. He seems to breathe in an era that has passed its time. And he has come in a new age. He is the inhabitant of this moving world, the speed of time has stopped for a few moments. In such a situation, when he turned back, several centuries had passed. Although he was surprised that he spent a few hours in a state of unconsciousness. It was a new experience that was presented in the form of a story. He has presented it concisely and beautifully through the novel.

Key Words: *Brilliant Amalgamation, Unconsciousness, Past Through, Indo-Islamic History, Speed of Time.*

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

شمس الرحمن فاروقی ہمہ جہت شخصیت، جنہوں نے اردو کی ادبی روایت کو ثروت مند بنایا۔ ان کے فن کی کئی جہات ہیں، جن میں تنقید، تحقیق، شاعری، نثر ناول، افسانہ، مکاتیب، تراجم، تبصرے وغیرہ بہت کچھ لکھا، یہ سب ان کی اردو سے محبت اور مضبوط فنی پختگی کی ترجمان ہے۔ انہوں نے نصف صدی سے زائد اردو زبان و ادب کی خدمت کی اور اسے اپنے خون جگر سے نکھارا۔ بلاشبہ وہ اردو کے " لیجنڈ " ادیب تھے۔ اردو کی افسانوی نثر میں شمس الرحمن فاروقی ایک روشن باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ اردو فکشن کی طرف زندگی کے آخری برسوں میں مائل ہوئے۔ اردو فکشن میں ان کے ناول افسانے اور مکاتیب اہمیت کے حامل ہیں۔ ناول " کئی چاند تھے سرِ آسماں " ان کی ریاضت اور مشاقی کا جوہر ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک اور کڑی ،ان کا ناول " قبضِ زماں " ہے۔ جسے ہم ناول، طویل افسانہ، مختصر داستان، اور ناولٹ کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

پروفیسر اصغر عباس لکھتے ہیں:

> "شمس الرحمٰن فاروقی کا اصل جوہر اس وقت اور نمایاں ہوا جب ان کے نثری کارنامے تیزی سے منظرِ عام پر آنے لگے۔۔۔ فاروقی صاحب کے تبصرے اور دوسری کتابوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ شمس الرحمٰن فاروقی صاحب جہاں ایک طرف مغربی ادبیات کے شناور ہیں وہیں مشرقی کلاسیکی روایت کے امین بھی ہیں۔ وہ نہ تو مغرب سے بیزار ہوئے اور نہ انہوں نے مشرق سے حذر کی راہ اختیار کی۔۔۔ ان کے نظریات پامال راستوں سے ہٹ کر مرتب ہوئے۔ اور یہ حقیقت ہم سب پر روشن ہے ادب میں ان کے نظریات کو اعتبار حاصل ہوا۔"(۱)

ناول " قبضِ زماں " میں شمس الرحمن فاروقی نے ہند اسلامی تاریخ کے ذریعے ماضی کے ایک ایسے کردار کو دریافت کیا، جو عام آدمی ہے لیکن وقت کے سفر میں ہے۔ وہ ایک ایسے عہد میں سانس لیتا دکھائی دیتا ہے جس کا اپنا زمانہ گزر گیا ہے اور وہ نئے زمانے میں آ گیا ہے۔ وہ اسی چلتی پھرتی دنیا کا باسی، چند لمحوں کی ساعت نے وقت کی رفتار روک سی گئی۔ ایسے میں جب وہ واپس پلٹا تو کئی صدیاں بیت چکی تھیں۔ حالاں کہ وہ حیران تھا کہ اس نے تو کچھ گھنٹے بے ہوشی کے عالم میں گزارے۔ یہ ایک نیا تجربہ تھا جس کو کہانی کی صورت میں پیش کیا گیا۔ شمس الرحمن فاروقی نے اسے اختصار اور کمال خوبصورتی سے ناول کے ذریعے پیش کیا ہے۔ بقول مرزا غالب:

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب
ہم نے دشت امکاں کو ایک نقش پا پایا(۲)

ناول میں "وقت" کے تصور کے حوالے سے ہمارا ذہن تین قرآنی واقعات کی طرف جاتا ہے۔پہلا "واقعہ عزیرؑ" دوسرا "واقعہ معراج" اور تیسرا "واقعہ اصحاب کہف" ، ان تینوں واقعات کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔واقعہ عزیرؑ کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۹ سے ہوتا ہے جب کہ معراج کا واقعہ سورۃ بنی اسرائیل اور اصحاب کہف کا واقعہ کا "سورۃ کہف" میں ملتا ہے۔اس کہانی کو پڑھ کر بھی اور آغاز میں خود شمس الرحمن فاروقی نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ ناول کو پڑھتے ہوئے ہمارا ذہین اصحابِ کہف کی طرف مراجعت ضرور کرتا ہے۔اُن کا احوال قرآن مجید کی "سورۃ کہف" میں ملتا ہے۔وہ بھی ایسے چند نوجوان جو ظالم بادشاہ دقیانوس کے زمانے کے تھے، بادشاہ متعصب اور بت پرست تھا اور جبر و اکراہ کے ذریعہ بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا، جب کہ نوجوانوں نے سچا دین قبول کر رکھا تھا بادشاہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر ایک غار میں پناہ لے لیتے ہیں۔غار میں داخل ہونے کے بعد ان پر نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے، لیکن وہ جب سو کر بیدار ہوئے تو دنیا بالکل بدل چکی تھی۔ان کے حلیے، سکے، زبان ہر چیز میں صدیوں کا فرق آچکا تھا۔دوسرا انگریزی ادیب واشنگٹن ارونگ کا مشہور افسانہ رپ فان ونکل کا بھی کچھ اثر دکھائی دیتا ہے۔اسی طرح بورجز نے اپنی کہانی "دی سیکرٹ میر کل" میں جس چیز کا کھوج لگایا اس سے بھی مماثلت پائی جاتی ہے جہاں سزائے موت پانے والے ایک مجرم کو اس کی خواہش پوری کرنے کی اجازت ملتی ہے اور وہ اپنے آخری لمحات کو پورا سال بھر میں گزارے۔اس طرح اُسے اپنے زیر التواء تخلیقی کام کو مکمل کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ناول میں کسی حد تک اس میں قدیم ہندی، یونانی و مصری ادب کے قصوں کا بھی گمان ہوتا ہے۔

البتہ ایک واقعہلعل شہباز قلندرؒ کا بھی ذہن میں آتا ہے کہ لعل شہباز کو ریچھ نچانے والا نظر آیا۔پوچھا تم کون؟ وہ بولا، قلندر، کہنے لگا آپ کون؟ فرمایا میں بھی قلندر، کہنے لگا آپ کے پاس ریچھ نہ ڈگڈگی تو تماشا کیسے دکھائیں گے؟ فرمایا پہلے تم دکھاؤ پھر میں، اس نے ڈگڈگی بجائی اور ریچھ ناچنے لگا، اس نے کہا! آپ کی باری، لعل شہباز نے کہا! درخت کی ٹہنیوں کے نیچے گزر جاؤ جیسے گزرا ماحول بدل گیا، ایک لشکر اسکی طرف بڑھا، وہ گھبرا گیا، اس سے پہلے وہ کچھ کہتا۔سپہ سالار نے کہا! بادشاہ سلامت آپ کہاں تھے؟ سلطنت آپکا انتظار کر رہی ہے، اب وہ حیران پریشان، شاہی گھوڑے پر سوار ہو کر، جب محل پہنچا تو عظیم الشان امارت میں ملکہ گلہ شکوہ کرتی لپٹ گئی۔وہ سب بھول کر نہا دھو کے شاہی پوشاک پہن کر تخت پر بیٹھ گیا۔سالوں گذر گئے، بڑھاپا آگیا۔ایک دن اپنی سلطنت

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

میں دریا کے کنارے بیٹھا، خیال آیا کہ آخر ہوا کیا تھا۔ اسی جستجو میں وہیں پہنچا جہاں پر لشکر دیکھا، وہ درخت اب بھی موجود، سوچا ،اور درخت کے بیچ سے گزرا۔ ماحول بدل گیا، وہی وقت وہی مقام سامنے اسکار یچھ اور ڈگڈگی، پیچھے دیکھا تو لعل شہباذ قلندرؒ کھڑے تھے۔ اس کی حالت غیر ہو گئی بولا، میری سلطنت میری ملکہ میرے شہزادے، تو آپ نے فرمایا سب تماشا تھا۔

بہر حال یہ ناول متاثر کن ہے جس میں قدیم یونانی، مصری، اسلامی، انگریزی ادب کے اثرات بھی ملتے ہیں۔ شمس الرحمن فاروقی نے ناول میں تصوف کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے "وقت" کو مرکزی خیال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ بیانیہ تکنیک کے ساتھ ساتھ شعور کی رو کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔ نو ابواب پر مشتمل مختصر ناول میں اگرچہ پہلا باب باقاعدہ طور پر کہانی کا حصہ نہیں ہے اور نا اصل قصے سے اس کا تعلق ہے۔ لیکن اسے تمہیدی یا تعارفی نقطۂ نظر سے رد بھی نہیں کیا جا سکتا۔

> "جس واقعے، یا روایت پر قبض زماں کی بنیاد ہے، اس میں دیگر تمام روایتوں سے بالکل مختلف بات ہے، کہ یہاں جو وقت گزرا ہے وہ نیند میں نہیں بلکہ جاگتے میں گزرا ہے۔" (۳)

ناول "قبضِ زماں" میں شمس الرحمن فاروقی نے دو مختلف زمانوں کی کہانی کو بیک وقت بیان کرنے کی کوشش کی ۔ جہاں مصنف کو اپنا پرانا گاؤں، اس کی تہذیب اور فضا یاد آتی ہے۔ وہ اس زمانے کی تہذیب و تمدن ،اقدار، پر فضا، سکون و اطمینان کا مقابلہ آج کی مصروف شہری زندگی سے کیا جا سکتا ہے۔ ناول میں بیس پچیس سالوں میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا مشاہدہ کرتا کردار نظر آتا ہے۔ مرکزی کردار جو پہلے گاؤں کو چھوڑ کر شہر گیا تھا، اب واپس آیا تو کچھ بھی ویسا نہیں رہا۔ گویا یہ ٹیکنالوجی اور سائنسی ترقی کی روداد ہے۔ اسی کے شانہ بشانہ مسلم تہذیب بھی دکھائی دیتے ہیں۔ شمس الرحمن فاروقی جس جگہ کی تبدیلی کا بتا رہے ہیں، دراصل وہ ہماری تہذیب کے ناپید ہونے کا نوحہ ہے۔ ناول میں فلیش بیک کی تکنیک بھی نظر آتی ہے۔ اسی کے شانہ بشانہ مسلم تہذیب اور تقسیم سے پہلے کے حالات بھی آنکھوں کے گرد گردش کرتے نظر آتے ہیں۔ امجد جاوید کے نزدیک:

> "یہ ناول ایک نہیں کئی سوال اٹھاتا ہے۔۔۔ موضوع کے اعتبار سے منفرد ہے اور مصنف نے زندگی کے دوسرے پہلوؤں سے سروکار تو رکھا ہے مگر ارتکاز وقت ہی پر رہا ہے۔ ناول کا موضوع ایک حد تک فلسفیانہ ہے اور زمان اور انسان کی ایک دوسرے پر حاوی ہونے کی خواہش کا عکاس ہے۔ ناول کے موضوع میں انسان کا جو مسئلہ ہے اس میں تمام بنی نوع انسان

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

شریک ہیں۔ یہ ایک اجتماعی مسئلہ ہے۔ وقت کے کئی نام ہیں تاریخ اور تقدیر بھی اسی کے دوسرے روپ ہیں۔ہم ان دونوں کے ذریعے ہی وقت کی و سعت سے آشنا ہوتے ہیں۔"(۴)

ناول "قبضِ زماں" میں جابجا الفاظ محاورات اور زبان پر دسترس شمس الرحمن فاروقی کا صاحبِ علم ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے باب سے کہانی کا آغاز صیغۂ واحد متکلم کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ جہاں سلطان سکندر لودھی کے زمانے کی تہذیب و معاشرت سے سفر کرکے بابر اور ہمایوں ،اورنگ زیب عالمگیر تک کی مغلیہ تاریخ و معاشرت کو اختصار مگر جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مرکزی کردار "گل محمد" کی روداد سے کہانی کو ترتیب دیا گیا ہے۔ وہ سلطان سکندر لودھی کی فوج میں سپاہی تھا اور بیٹی کی شادی کے لیے وہ اپنے گھر جارہا ہوتا ہے کہ راستے میں ڈاکوؤں اسے لوٹ کر بے دست و پا کر دیتے ہیں۔وہ ایک راہ گیر قافلے کی وجہ سے زندہ بچ نکلا۔ گل محمد واپس جا کر اپنے دوست محمد عالم کو اپنی کہانی سناتا ہے۔ جو اسے امیر جان کے پاس لے کر جاتا ہے، جہاں سے وہ قرض لے کر اپنی بیٹی کی شادی کرتا ہے۔

امیر جان ایک طوائف تھی لیکن غریب اور دکھی انسانوں کے لیے مدد کرتی تھی۔ بیٹی کی شادی کے بعد سپاہی کی زندگی میں پیسے کی ریل پیل ہونے لگی تو وہ قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں جب امیر جان کو ملنے جاتا ہے۔ تو اس کی موت کی خبر سنتا ہے۔ یہاں قبرستان اور درگاہ کی کافی تفصیل بیان کی گئی ہے جہاں وہ امیر جان کی فاتحہ خوانی کے لئے گیا تھا۔ وہاں اسے سبز روشنی گھیرے رکھتی ہے اس روشنی کے تعاقب میں وہ ایک باغ کی سیر کرنے لگتا ہے۔

"بہت بڑا، دور تک پھیلا ہوا، باغ۔ اس میں نہریں اور حوض اور مرمریں فوارے چھلچھلاتے ہوئے ہلکے کیوڑے کی آمیزش لیے ہوئے، معطر، پانی کی بوندوں سے روشن۔ شاخساروں میں بلبلیں اور کئی ایسے پرند جنھیں میں پہچانتا نہیں، چہچہاہٹ پوری فضا میں ٹھنڈی پھوار یں چھوڑ رہی ہے۔ سرخی مائل بالوں والی گلہریاں درختوں میں آنکھ مچولی کھیل رہی ہیں۔ سامنے مرغزار کا ساسماں، سفید ہرن، چیل، خرگوش، مور، سرخاب، آآکر حوض سے پانی پی رہے ہیں۔ ایک ہرن پانی پیتے پیتے ٹھٹک کر رک گیا ہے اور لمبی موہنی گردن کو موڑ کر بڑی بڑی حیرت زدہ آنکھوں سے کچھ دیکھ رہا ہے۔ دور آسمان میں بڑے بڑے پرند، عقاب اور

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

سیمرغ جیسے، لیکن ان سے کسی کو گزند کا خوف نہیں۔ ایک دو عقاب کبھی غوطہ مار کر نیچے آجاتے ہیں تو ان کا سایہ پانی میں پڑتا ہے۔"(۵)

یہ قبر کی سیر کا سارا بیان پُر اسرار طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی سیر کے دوران اسے امیر جان نظر آتی ہے تو وہ اسے غصے سے وہاں سے نکال دیتی ہے، لیکن جب گل محمد باہر آتا ہے تو رات ہو چکی ہوتی ہے، وہ حیران و پریشان ہوتا ہے کہ چند لمحے پہلے اندر گیا تھا، واپسی پر ہر چیز بدل چکی، یہاں تک کہ تہذیب و تمدن بھی۔ دو ڈھائی گھنٹے کے وقت میں ڈھائی سو سال گزر گئے۔ ابراہیم لودھی کے دور سے نکل کر شاہ عالم دوم کے دور میں جا پہنچا۔ اسے پتا چلتا ہے کہ اب دہلی پر ابراہیم لودھی کی نہیں بلکہ اس کو شکست دینے والا بابر اور بیٹے ہمایوں کا عہد بھی گزر گیا، ناول میں گل محمد سپاہی کی دہلی پہنچ کر تمام حیرت زدگیوں کا اظہار، رہائش سے لے کر سکوں کے بدلنے، حلیے وغیرہ تمام معاملات میں اجنبیت اور حیرانی کا عنصر کو خوبصورتی ملتا ہے۔ یہ عرصہ ۱۷۴۹ء کا تھا۔ اس حوالے سے راوی کی بے چینی، تذبذب اور اجنبیت کا بیان ملاحظہ ہو:

"اس درمیان، میں یا تو مر چکا تھا، کہیں پڑا ہوا کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔ اگر مر گیا تھا تو پھر میں یہاں زندوں کی طرح، اور گذشتہ یادوں کے ساتھ کیونکے موجود تھا؟ کیا اسی کا نام برزخ ہے"(۶)

ناول میں داستان گوئی کا اسلوب اپنے عروج پر دکھائی دیتا ہے۔ ہیرے جواہرات کی خوبصورتیوں کا بیان، چرند، پرندوں اور جانوروں کے نام، مزاروں اور خانقاہوں کا ذکر، ساتھ ہی ساتھ شاعرانہ مجالس کا احوال بھی ہے۔ بعد ازں شعراء کی شکل و شباہت، میر عبدالحی تاباں، میر محمد علی حشمت، میر تقی میر، میر درد، وغیرہ کا بیان بھی ہے۔ ناول میں اس دور کی دہلی اور خصوصاً شعراء کا ماحول ناول کی دلکشی میں اضافے کا سبب ہے۔ ناول میں جہاں نادر شاہی حملے بھی مرکزِ گفتگو رہا، وہاں دہلی کی تاریخ کا سیاہ باب کو بھی دکھایا گیا۔ اب دہلی کو دہلی نہیں بلکہ دلی کہا جاتا تھا۔ یہاں کے عوام کا فارسی لہجہ بھی گل محمد سے مختلف تھا اور ایک نئی زبان ہندی یا اردو کے نام سے لوگوں میں مقبول تھی اور شعراء میر و درد کا شہرہ ہے۔ شاہ ولی اللہ اور ان کے مدرسے کے علاوہ بھی کئی دوسرے علماء کی گونج سنائی دیتی ہے۔ نواب علی محمد خان کی اچانک موت روہیل کھنڈ میں بد امنی اور نواب قطب الدین علی خان کا روہیلوں کے ساتھ معرکے میں میر عبدالحی تاباں کے دوست محمد علی حشمت بھی شامل تھے۔ کھنڈ کی ایک لڑائی میں میر حشمت علی اور گل محمد دونوں روہیلوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔ میر حشمت کے غم میں عبدالحی تاباں، شاعری، شراب نوشی کے ساتھ آخر کار دنیا ہی چھوڑ گئے۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ناول پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد اگر اس زمانے میں آکر جدید ایجادات کو دیکھیں تو ان کا کیا ردِ عمل ہو گا۔ یا، ہم ہی اپنی موت سے سو سال بعد کی جدید دنیا کو دیکھیں تو یقیناً گل محمد سے کچھ کم حیرت زدہ نہ ہوں گے۔ ایک انسان کے لیے یہ کم آزمائش نہیں کہ چند لمحوں میں اس کا گھر بار، بیوی بچے عزیز رشتہ دار کچھ بھی اپنا نہ رہے۔ نہ زبان، نہ لہجہ، نہ رہن سہن، ہر جگہ اجنبیت کی اذیت ناکی موجود ہے۔ جدید ترقی کے باعث انسان اس کرب و اذیت سے دوچار ہوتا جارہا جس سے کئی نفسیاتی مسائل جنم لیتے ہیں۔ یہ کسی ایک زمانے یا فرد کی تہذیب و تاریخ تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ ہر اس شخص کا نمائندہ کردار ہے جس کا وقت، زمانہ اور لوگ اس سے بچھڑ گئے ہیں۔ وہ عجیب ناقابلِ یقین اور جاں گسل مراحل سے گزرتا ایک اور زمانے میں جاگرتا ہے۔ یوں یہ کہانی ایک سے زیادہ زمانوں اور زمینوں کی آگہی کے ساتھ کئی بھید اور اسرار پر بھی توجہ دلاتی ہے، جو قبض زماں کی وجہ سے حیرانی کے سبب بنتے ہیں۔ ناول میں طرزِ زندگی اور رہن سہن میں جو فرق جدیدیت کے نام پر آیا ہے پچھلے زمانے کا آدمی اس کو دیکھ کر بھی حیرت زدہ ہوتا ہے اور موازنے کے طور پر یہ اقتباس:

> " ارے صاحب جب میں ننگل خورد سے چلا تھا تو سنہ ۱۵۲۰ تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے اور سلطان ابراہیم لودھی کو فرمانروائی کرتے چار سال ہو رہے تھے۔ تو کیا یہ مسجد اس کے کوئی دو سو برس بعد بنی تھی؟ تو کیا واقعی ابراہیم لودھی ہی نہیں اور بھی بہت کچھ میرے ننگل خورد چھوڑنے سے لے کر اب تک ہو چکا تھا؟ میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے اندر گیا۔ صحن مسجد میں ایک طرف کسی کا مزار تھا۔ میں نے قریب جاکر لوح دیکھی تو معلوم ہوا کہ یہ اسی شہزادی زینت النسا بیگم کا مزار ہے اور وہ ۱۷۱۰ میں واصل بحق ہوئی تھی۔ "(۷)

ماحولیاتی حوالے سے بھی اس ناول میں بہت کچھ ہے۔ چرند پرند، ان کی اقسام، پانی میں مختلف النوع کیڑے مکوڑے، حشرات، مچھلیاں وغیرہ کا اس قدر باریکی اور تفصیل سے ذکر مصنف کے علم اور دلچسپی کا مظہر ہیں۔ یہاں تک کہ درختوں کی کٹائی سے ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ انسان ترقی اور تعمیرات کی آڑ میں قدرتی ماحول کو جتنا نقصان پہنچا رہا ہے اس کا احوال بھی دبے لفظوں میں موجود ہے۔ منظر نگاری، جنگل کے جانور وہاں بہتی نہروں کے ذکر سے صاف ظاہر ہے کہ شمس الرحمن فاروقی نے قدیم دہلی اور اس کے جغرافیائی ماحول کا کافی گہرا مطالعہ کیا ہے۔ بعض مقامات پر جانوروں اور پرندوں کا تذکرہ، ایک اچھے ماحول اور منظر کے ساتھ زندگی کی علامت کے طور پر ہے۔ اس ناول میں تاریخی، تہذیبی، داستانی، ماحولیاتی اور زمان و مکاں کے کئی نکات قابلِ توجہ ہیں۔ پھر جنگ کے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

طریقِ کار سے لے کر اسلحہ اور اس کی تکنیک کے ارتقاء کو پیش کیا گیا ہے۔ عوامی طرز تکلم اور فارسی لب ولہجہ کو بھی صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ ناول میں فارسی جملے کافی ہیں جس سے شمس الرحمن فاروقی کی زبان دانی کا بھی احساس ہوتا ہے، کہیں کہیں مشکل الفاظ بھی ہیں۔ تہذیبی مرقعے اور خاص طور پر وقت کی منظر نگاری عمدگی سے کی گئی ہے۔ منظر اور جزئیات نگاری جس میں داستانوی اسلوب کی جھلک ہے ملاحظہ ہو:

> "بازار، بہت روشن اور پر رونق بازار حسن اس بازار کا کیا بیان کروں۔ جوانان رعنا، خوبصورت، حسین و جمیل، ہر طرف اینڈتے پھرتے ہیں۔ چادروں میں سے جن کی حسن کی روشنی پھوٹتی ہے ایسی زنان جمیلہ، پالکیوں اور محافوں کے عرفوں سے لگی ہوئی بڑی بڑی سیاہ، شریتی، جامنی آنکھیں کبھی کبھی جھلک ماردیتی ہیں تو دل دماغ میں فرحت دوڑ جاتی ہے۔ دکانیں جنس اور مال اور سامان تجارت سے پٹی پڑی ہیں۔ ہجوم خریداروں، مول بھاؤ کرنے والوں کا، اور آزاد ٹہلتے ہوئے بے فکروں کا۔ بیچ میں بازار کے ایک نہر، تازہ خوش گوار پانی کی رواں، اس کے دورویہ درخت پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوئے۔ مگر کسی کو یارائے گل چینی نہیں۔ ثمرہائے شیرین و پختہ کو ملازمان شاہی چن چن کر توڑتے اور مونج کی سبد میں اکٹھا کرتے ہوئے۔" (۸)

شمس الرحمن فاروقی نے کنز الکرامات میں مولانا حامد حسن قادری کے بیان کردہ واقعہ کو کہانی کا الہام قرار دیا ہے۔ یہ ایک بھرپور ناول ہے جس میں قاری مسلسل ایک طلسماتی جہاں کی سیر کرتا ہے۔ کہیں کہیں پیچیدگی بھی ہے کہ واقعہ در واقعہ کے باوجوہ قاری کچھ الجھ بھی جاتا ہے۔ ناول میں جو زبان و بیان کا استعمال قدیم اردو اور ہندوستانی تہذیب و تاریخ کا آئینہ دار ہے۔ جہاں ایک تہذیب کے زوال سے لے کر دوسری کے ارتقاء کا مکمل سفر قارئین کو اسی عہد میں جینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ناول میں فارسی الفاظ و جملے بھی موجود ہیں جس سے شمس الرحمن فاروقی کی زبان دانی کا بھی احساس ہوتا ہے۔ البتہ ناول میں کہیں کہیں مشکل الفاظ بھی ملتے ہیں۔ تہذیبی مرقعے اور خاص طور پر وقت کی منظر نگاری قابل ستائش ہے۔ اس ناول میں قاری مسلسل ایک طلسماتی جہاں کی سیر کرتا چلا جاتا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کا یہ ناول ہمیں محمد حسین آزاد کے نثری اسلوب کی یاد دلاتا ہے۔ ناول کو پڑھنے سے زبان، املا اور تلفظ کی بھی اصلاح ہوتی ہے۔ تاریخی نظر سے یہ اہم ناول ہے۔ ادبی محافل کا ماحول، شعراء کا تفصیلی تذکرہ، ان کی محافل اس دہلی کا جیتا جاگتا منظر آنکھوں میں بھر آتا ہے۔ پھر جنگ کے طریقِ کار سے لے کر اسلحہ اور اس کی تکنیک میں

ارتقاء وغیرہ کئی نکات قاری کے لیے معنی خیز ہیں۔ جہاں ایک تہذیب کے زوال سے لے کر دوسری کے ارتقاء کا مکمل سفر قارئین کو اسی عہد میں جینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہ ایک انسان کے لیے آزمائش سے کم نہیں کہ چند لمحوں میں اس کا سب کچھ بدل جائے، زبان، لب لہجہ، رہن سہن سب میں اجنبیت کی اذیت ناکی نظر آتی ہے۔ جدید ترقی کے باعث انسان اس میں مبتلا ہو گیا ہے۔ یہ کسی ایک زمانے یا فرد کی تہذیب و تاریخ تک محدود نہیں بلکہ یہ ہر اس شخص کا نمائندہ کردار ہے جس کا وقت، زمانہ اور لوگ اُس سے بچھڑ گئے ہیں۔ کہانی ایک سے زیادہ زمانوں اور زمینوں کی آگہی کے ساتھ کئی بھید اور اسرار ہم پر منکشف ہوتے ہیں۔

> باہر کی دنیا نامفہوم، اجنبی، پراسرار اور بڑی حد تک تہدید سے بھری ہوئی لگتی تھی۔ ایسا میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ دنیا میں کوئی اکیلا بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔ مجھے تو یہ معلوم بھی نہیں کہ گھر میرا اس صفحۂ ہستی پر ہے بھی کہ نہیں۔ مجھ سا بے کس اور بے کو بھلا کوئی اور ہو گا۔ بالکل ہی بے یار و مددگار اور بے یارا، اب میرا ہو گا تو کیا ہو گا۔(۹)

ناول میں چرند پرند، ان کی اقسام، مختلف حشرات ارض، مچھلیاں جنگلی جانور، بہتی نہریں وغیرہ کا اس قدر باریکی اور تفصیل سے ذکر ملتا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کے علم اور دلچسپی کا مظہر ہیں۔ اسی طرح درختوں کی کٹائی سے ہجرت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ترقی اور تعمیرات کی آڑ میں قدرتی ماحول کو جتنا نقصان انسان پہنچا رہا ہے، اس کا احوال بھی دبے لفظوں میں اس ناول نظر آتا ہے۔ ناول میں منظر نگاری کمال خوبصورتی کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ شمس الرحمن فاروقی نے قدیم دہلی اور اس کے جغرافیائی ماحول کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ بعض مقامات پر جانوروں اور پرندوں کا تذکرہ، ایک اچھے ماحول اور منظر کے ساتھ زندگی کی علامت کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس ناول میں تاریخی، تہذیبی، داستانی، ماحولیاتی اور زمان و مکاں کے کئی نکات اہم اور قابلِ توجہ ہیں۔ اکرم نقاش کہتے ہیں:

> " زندہ تحریروں کا اختصاص یہ بھی ہے کہ وہ فکر و احساس کے در وا کرتی ہیں۔ فاروقی صاحب کی نگارشات اس خصوصیت سے مالا مال نظر آتی ہیں۔"(۱۰)

شمس الرحمن فاروقی کی نثر میں داستانوی انداز اور تاریخی اثرات کا وسیع عمل دخل ہے۔ سماجی، سیاسی اور ثقافتی حوالے سے ان کا کام محض سطحی نہیں بلکہ انہوں نے تہذیبی و ثقافتی مرقعوں میں مخصوص عہد کی سماجی روح بیدار کی ہے۔ جو ان کی فکشن کے مطالعہ سے عیاں ہوتی ہے۔ اس لیے ان کی تخلیقات کو سماجی و عصری روح سے بیگانہ نہیں کہا جا سکتا۔ انہوں نے ماضی کے آئینہ میں حال کی کلیت و جامعیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

حال کی تفہیم کے لیے ماضی کی ادبی ثقافت اور تاریخ کو استعمال کیا ہے۔ انہوں نے پلاٹ کی ترتیب اور تکنیک پر خاصا وقت صرف کیا ہے۔ ناول کے سب کردار اپنے رول ادا کرتے ہیں۔ یہاں مکالمے کے علاوہ اشعار کے حسن سے جادو بھی جگایا ہے، چاہے اردو ہوں یا فارسی وہ اشعار کا استعمال نہیں بھولتے۔ گویا یہ اشعار ہماری زندگی جذبے، احساس، تجربے، مشاہدے کا حصہ ہیں۔ وہ فکشن میں شاعرانہ تخیل سے کام لیتے ہوئے کوئی ذہنی خیال ، تجربے اور انوکھے جذبے کی بھی تجسیم کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ انہیں پلاٹ کی ترتیب اور تکنیک پر گرفت ہے۔ ان کے کردار اپنے ماحول کے مطابق نظر آتے ہیں۔ شمس الرحمن فاروقی کی ناول نگاری میں تاریخی تحقیق و تنقید فراموش نہیں ہوتی۔ وہ قاری کو ایک الگ ہی جہاں کی سیر کراتے ہیں۔ فاروقی کا نثری اسلوب غیر ارادی طور پر بھی مولانا آزاد اور فرحت اللہ بیگ سے مماثلت رکھتا ہے۔ وہ تہذیبی مرقعوں میں ایسے رنگ بھرتے ہیں کہ قاری کے ذہن میں وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ جس میں کئی زمانوں کی جھلک کے ساتھ ساتھ آنکھ کو باریکی اور زبان کو وسعت عطا ہوتی ہے۔ بقول علی اکبر ناطق:

> " قبضِ زماں کے زمانے اور اُن کی تصویریں، مرزا فرحت اور مولوی آزاد کے بنائے ہوئے مرقعوں سے یکسر مختلف ہونے کے باوجود اُن سے ایسے متصل ہیں کہ قاری ذہن پر نقش ہو کر رہ جاتے ہیں۔ "(۱۱)

بحیثیت مجموعی شمس الرحمن فاروقی جہاں ایک اچھے شاعر اور ناقد ہیں وہیں کامیاب ناول نگار بھی ہیں۔ ان کی نثر میں تخلیقی، تحقیقی ہو یا فکشن ایک علمیت اور لیاقت کا عنصر دکھائی دیتا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی سادہ انداز میں کہانی کا آغاز کرتے ہیں، لیکن اختتام اتنا اچانک ہوتا ہے کہ قاری متحیر ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان کے ناول کو تہذیبی دستاویز یا مرقعے بھی کہا جا سکتا ہے۔ اسلوب بعض اوقات بہت مشکل اور گنجلک بھی ہو جاتا ہے۔ کئی محاورات میں فارسیت کے باعث ابلاغ میں دقت پیش آتی ہے، لیکن یہ ان کی علمی قابلیت کا بین ثبوت بھی ہے۔ شمس الرحمن فاروقی ناول میں قدیم و جدید روایت کا احساس ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیّر لکھتے ہیں:

> وہ ماضی کا سیاسی سے زیادہ تہذیبی و ادبی تصور کرتے تھے۔ سیاسی زوال کا مطلب، تہذیبی و ادبی زوال خیال نہیں کرتے تھے۔ وہ ہند مسلم تہذیب کو ایک بڑی تہذیب تصور کرتے تھے جس نے اپنا اظہار فارسی و اردو ادب میں کیا ہے۔ ان کے فکشن میں اسی تہذیب کی بازیافت کی گئی ہے۔ "(۱۲)

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ناول میں مسلمانوں کی تاریخی اور تہذیبی شعور بھی ملتا ہے، وہیں زبان، محاورات میں فارسی، اردو اور عربی سے بھی کماحقہ فائدہ اٹھایا ہے۔ شعر و شاعری سے ان کا لگاؤ نظر آتا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی قدیم لغات اور محاوروں سے عصرِ حاضر کے قاری کو روشناس کراتے ہیں، کرداروں میں ارتقاء ہے۔ زبان قدرے شستہ ہے مکالمہ ،منظر اور جزئیات نگاری کا بہترین استعمال ملتا ہے۔ بظاہر یہ ناول عشق و محبت کی روداد معلوم ہوتی ہے لیکن ہندوستان کی تاریخ، سیاست اور تہذیب کا مظہر ہے۔

شمس الرحمن فاروقی کو اردو ادب اور ہندوستانی تاریخ سے خاصا لگاؤ تھا۔ انھوں نے مغلیہ دور اور اس پہلے کی اسلامی تاریخ جس میں دہلی کا ماحول اور وہاں کی تہذیب و تمدن کو باریک بینی سے پیش کیا، گویا وہ ادب اور تاریخ کا انسائیکلوپیڈیا تھے۔ وہ اس دور کی مکمل تہذیب و تمدن، اشیاء، آداب اور رسم و رواج، فن تعمیر اور جمادات، نباتات اور حیوانات سے بھی واقف تھے۔ انھیں اردو، ہندی، فارسی اور مختلف مقامی بولیوں پر عبور تھا۔ انھوں نے مشرقی اور مغربی ادب سے استفادہ کرتے ہوئے ناول قبض زماں تحریر کیا یہ ان کی ذہانت اور قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ابراہیم لودھی کے دور سے لے کر شاہ عالم دوم تک کی کہانی کو اختصار سے پیش کیا۔ پچاس سالہ گل محمد کے وجود کی حقیقت، وقت، نیند، خواب اور موت کے ذکر کے ساتھ اس دور کی تہذیب و تمدن، فطرت، ماحول، نظم و نسق اور کارنامے کو بھی نمایاں طور پر دکھایا گیا ہے۔ ناول میں معاشرتی، سیاسی، سماجی، تہذیبی شعور اور اہم شخصیات کی محفلوں کو بھی دکھایا ہے اور ہم اُس دور کی مشہور لوگوں دیکھتے ہیں۔ اردو زبان کی ترقی و نشو و نما اور ہندوستان کی بدلتی ہوئی صورتحال، فن تعمیر، طرز معاشرت، تمباکو، انگریزی شراب اور بارود کی موجودگی وغیرہ کا بھی احساس ملتا ہے۔ ناول قبض زماں میں شمس الرحمن فاروقی نے تاریخی داستان کی طرح وقت کے صوفیانہ تصور کو خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے، جس سے وقت اور وجود کی نوعیت پر گہرا مشاہدہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ بلاشبہ انھوں نے ناول میں دستاویزی معاملات و حقائق اور تاریخی اقدار کو فکشن کے روپ میں پیش کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اصغر عباس، پروفیسر "شمس الرحمٰن فاروقی"، الفاظ (سہ ماہی)، شمس الرحمٰن فاروقی نمبر" علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، جولائی۔ ستمبر ص ۳۷۔۳۸

۲۔ مرزا غالب، دیوان غالب، نسخہ حمیدیہ، مرتبہ، پروفیسر حمید احمد خاں، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۳۳

۳۔ شمس الرحمٰن فاروقی، قبضِ زماں، عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی، ۲۰۱۶ء، ص ۱۵

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

۴۔ امجد جاوید، "قبض زماں": تنقیدی و تحقیقی جائزہ" مشمولہ، جرنل آف ریسرچ (اُردو) شمارہ ۳۰، دسمبر ۲۰۱۶ء، ص ۲۷۵۔۲۷۶

۵۔ شمس الرحمٰن فاروقی، قبضِ زماں، ص ۷۷

۶۔ ایضاً، ص ۱۰۵

۷۔ ا ایضاً، ص ۹۹،۹۸

۸۔ ایضاً، ص ۸۱

۹۔ ایضاً، ص ۱۰۷

۱۰۔ اکرم نقاش "حرفِ اخلاص"، مشمولہ:۔ شمس الرحمن فاروقی علامتوں کے صحرا کا مسافر، انیس صدیقی، ڈاکٹر، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۸ء، ص ۱۲

۱۱۔ علی اکبر ناطق، "شمس الرحمن فاروقی ایک عہد کا مرقع"، مشمولہ:۔ تفہیم کتابی سلسلہ ۱۴۔۱۵، جموں و کشمیر: تفہیم پبلی کیشنز، ص ۴۲

۱۲۔ ناصر عباس نیّر، ڈاکٹر، "شمس الرحمٰن فاروقی اور اردو ادب"، مشمولہ:۔ "ریختہ"، شمارہ ۴، جولائی تا دسمبر ۲۰۲۱ء، ص ۸